اخلاقی کہانیاں

دوسرا حصہ

مرکزی مکتبہ جماعتِ اسلامی ہند دہلی

عورت
اسلامی معاشرہ میں

- عورت نصف انسانیت ہے۔
- عورت، دورِ قدیم میں کیا تھی اور دورِ جدید میں کیا ہے؟
- اسلامی معاشرہ میں عورت کی کیا حیثیت ہے؟
- عورت اور مرد کے سماجی و جنسی تعلقات کیلئے اسلام نے کیا بنیادیں فراہم کی ہیں؟

جو شخص اسلامی معاشرہ میں عورت کی سیاسی و تمدنی اور تہذیبی و معاشرتی حیثیت سمجھنا چاہے انشاء اللہ وہ اس کتاب میں قابلِ اطمینان حد تک مواد پائے گا۔

مولانا سید جلال الدین انصر عمری

نے کوشش کی ہے کہ جو بات کہی جائے وہ قرآن و حدیث کی روشنی میں کہی جائے اور تحقیق و اسناد کے ساتھ کہی جائے۔

یہ کتاب مکتبہ میں آگئی ہے۔ طباعت عمدہ۔ کاغذ چکنا۔ دیدہ زیب ٹائیٹل مع خوبصورت گرد پوش — صفحات ۴۷۲ — قیمت چار روپے

مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند ۱۵۲۵ سوئی والان دہلی ۶

کلر پرنٹنگ پریس حویلی کلو خواص بازار چتلی قبر مکان نمبر ۱۳۶۶ دہلی

سلسلۂ اشاعت مرکزی درس گاہ جماعت اسلامی نمبر ۱۴۱

تاریخی اخلاقی

کہانیاں

حصّہ دوم

مرتبہ

افضل حسین، ایم، اے، ایل، ٹی (ناظم درس گاہ)

مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند —— دہلی نمبر ۶

جولائی ۱۹۶۷ء ۲۰۰۰ قیمت ۲۰ پیسے

فہرست مضامین

(جمال پریس، جامع مسجد دہلی)

بسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیمْ

تعلیم میں دلچسپی

بہت دن کی بات ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے جا چکے تھے۔ صحابہؓ کا دور بھی ختم ہو چکا تھا۔ مسلمانوں میں ایک بہت بڑے عالم تھے۔ اُن کا نام تھا امام مالکؒ۔ مدینہ شریف میں آپ قرآن و حدیث کا درس دیتے تھے۔ طلبہ بہت دور دور سے آپ کے پاس پڑھنے آتے تھے۔

ایک دن آپ درس دے رہے تھے۔ درس میں اسپین کے بھی ایک طالب علم شریک تھے۔ ان کا نام تھا یحییٰ۔ آپ عِلم دین کے بڑے دل دادہ تھے۔ اتنی دور سے امام مالکؒ کے پاس دین کی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آئے تھے۔ درس کے دوران میں شور ہوا۔ "ہاتھی! ہاتھی!"

عرب میں ہاتھی نہیں ہوتا۔ وہاں کے باشندوں کے لئے یہ ایک انوکھی چیز تھی۔ آواز سنتے ہی تمام شاگرد باہر نکل آئے اور ہاتھی دیکھنے لگے۔ مگر یحییٰ بدستور اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔ اچھّے استاد نے کہا۔

"بیٹے یحییٰ! تمہارے یہاں اسپین میں تو ہاتھی نہیں۔ تم کیوں نہیں گئے، جاؤ تم بھی ہاتھی دیکھ آؤ۔"

اچھّے استاد! یحییٰ نے جواب دیا۔ "میں اپنا وطن چھوڑ کر آپ کے پاس علم حاصل کرنے آیا ہوں۔ آپ کی صحبت میں رہ کر اچھی باتیں سیکھنے آیا ہوں۔ ہاتھی دیکھنے کے لئے اتنی دور سے یہاں نہیں آیا ہوں۔"

اچھے شاگرد کی یہ باتیں سُن کر امام مالک رح بہت خوش ہوئے۔ آپ نے یحییٰ کو دعا دی اور فرمایا۔

"تم تو بہت ہی سمجھ دار بیٹے ہو۔"

استاد کی زبانِ مبارک سے یہ کلمہ کچھ اتنی محبت سے نکلا کہ اللہ نے اسے قبول فرمالیا اور یحییٰ اسپین کے ایک زبردست اور بہت ہی سمجھ دار عالم ہوئے۔

۱۔ امام مالک رح یحییٰ رح سے کیوں خوش ہوئے۔؟

۲۔ وہ ہاتھی دیکھنے کیوں نہیں گئے؟

(۲)

قرآن کا احترام

محمود ایک بہت مشہور بادشاہ گذرا ہے۔ وہ غزنی کا رہنے والا تھا۔ اس نے مختلف اسباب کے تحت ہندوستان پر بھی سترہ حملے کئے تھے۔ اس کی زندگی کا ایک بہت مشہور واقعہ ہے کہ ایک شب وہ سونے جا رہا تھا۔ اتفاق سے طاق پر نگاہ پڑی۔ دیکھا تو قرآن پاک رکھا ہوا تھا۔

اب کیا کرے۔ اگر ادھر پیر پھیلا کر سوتا ہے تو کلام پاک کی بے ادبی ہوتی ہے۔ سوچا لاؤ چارپائی کا رخ بدل دوں۔ اُدھر سرہانا ہو جائے، پھر ٹھیک رہے گا۔ چنانچہ چارپائی کا رُخ بدل دیا۔ اب سونے چلا تو خیال آیا کہ میرے کمرے میں اللہ کا فرمان رکھا ہوا اور میں اس کو سمجھ کر پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کے بجائے غافل پڑا سوؤں۔ یہ بھلا کب مناسب ہوگا سو چالاؤ اسے اٹھا کر پاس والے کمرے میں رکھ آؤں۔

اور پھر آرام کروں۔

اس خیال کا آنا تھا کہ بادشاہ کانپ اٹھا۔ سوچا یہ کتنی بڑی بے ادبی ہے کہ محض اپنے آرام کی خاطر اللہ کے کلام کو اپنے کمرے سے ہٹا رہا ہوں۔

اسی پس و پیش میں سلطان رہ گیا۔ نہ ہٹاتے بنی نہ سوتے۔ ساری رات آنکھوں میں کاٹ دی۔

۱۔ محمود کو رات بھر نیند کیوں نہیں آئی؟

۲۔ محمود نے قرآن پاک کو کمرے سے کیوں نہیں ہٹایا؟

۳۔ قرآن پاک کا سچا احترام کیا ہے؟

۴۔ تم قرآن پاک کا احترام کس طرح کرتے ہو؟

(۳)

اپنے ہاتھ سے کام کرنا

مسلمانوں کے ایک خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ گذرے ہیں۔ آپ بہت ہی نیک اور سادہ مزاج تھے۔

ایک دن آپ کے یہاں ایک مہمان آیا۔ آپ چراغ کی روشنی میں کچھ لکھ رہے تھے۔ اتفاق سے چراغ میں تیل نہ رہا۔ اور وہ تھوڑی دیر میں ٹمٹما کر گل ہونے لگا۔ مہمان بولے۔

"آپ فکر نہ کریں، میں ابھی ٹھیک کئے دیتا ہوں"

"مہمان سے خدمت لینا درست نہیں ہے"

خلیفہ نے جواب دیا۔

"اچھا تو نوکر کو جگائے دیتا ہوں وہ اسے ٹھیک کر دیگا"

مہمان نے عرض کیا۔

"نہیں! اُس غریب کو سونے دو۔ ابھی ابھی تو سویا ہے۔ خواہ مخواہ اسے تکلیف ہوگی۔ یہ کہہ کر خلیفہ خود ہی اٹھے اور چراغ میں تیل ڈال لائے۔

"آخر آپ ہی نے تکلیف فرمائی"، مہمان نے کہا۔
"کیا ہوا؟" خلیفہ نے جواب دیا۔ "اس میں تکلیف کی کیا بات تھی۔ جب میں تیل ڈالنے گیا تھا، اس وقت بھی عمر تھا۔ اور اب واپس آیا ہوں تو اب بھی عمر ہی ہوں"
مہمان ان کا یہ جواب سن کر لاجواب ہو گیا۔

۱۔ عمر بن عبدالعزیزؓ کون تھے ؟
۲۔ مہمان سے ان کی کیا گفتگو ہوئی ؟
۳۔ انھوں نے مہمان سے خدمت کیوں نہ لی۔؟
۴۔ غلام کو جگانے سے کیوں منع کر دیا ؟
۵۔ تم اپنا کون کون سا کام خود کر لیتے ہو ؟

دلیری

پیارے نبیؐ کے زمانے کا ذکر ہے۔ آپؐ ہجرت کر کے مدینے جا چکے تھے، مگر دشمن وہاں بھی چین سے نہ رہنے دیتے تھے۔ ایک سال دشمنوں نے بہت بڑی فوج تیار کی اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ ادھر مُسلمانوں نے بھی جنگ کی تیاری شروع کی۔ مرد عورتیں اور بچّے سب دین کے فدائی تھے۔ سبھی بڑھ بڑھ کر اپنے آپ کو پیش کرنے لگے۔ مگر حضورؐ نے بچّوں کو یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ ابھی تم بچّے ہو، جب بڑے ہو جاؤ گے، اس وقت جہاد کرنا۔"

بچّوں میں ایک کا نام رافع تھا۔ اس کو حضورؐ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ "تمہارا قد ابھی چھوٹا ہے۔"

رافع کو جہاد میں شریک ہونے کا بہت شوق تھا۔ وہ یوں بھی تھا بڑا ذہین، فوراً ایک ترکیب سوجھی۔ حضورؐ کے سامنے آیا۔ پنجوں کے بَل کھڑا ہو گیا اور اونچا ہو کر کہنے لگا۔

"یارسول اللہ! میں تو بڑا ہوں، میں اپنی تلوار سے دشمنوں کا خاتمہ کر دوں گا۔"

پیارے نبیؐ نے بچّے کا شوق دیکھ کر اُسے فوج میں بھرتی کر لیا۔ اتنے میں ایک اور لڑکا جس کا نام سمَرہ تھا۔ آگے بڑھ کر کہنے لگا۔

"یارسول اللہ! مجھے بھی فوج میں شامل کر لیجئے۔ لڑائی تو طاقت سے ہوتی ہے۔ اور میں رافع سے زیادہ طاقت ور ہوں۔ قد چھوٹا ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ رافع سے کشتی کرا کے دیکھ لیجئے۔"

حضورؐ نے سمرہ کی یہ بات منظور فرمالی۔ دونوں میں کشتی ہوئی۔ سمَرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا۔ اب تو وہ بھی اسلامی فوج میں بھَرتی ہو گیا۔

اللہ ان بہادروں سے راضی ہو!

١۔ جہاد کسے کہتے ہیں؟

٢۔ تم نے بھی بہادری کا کوئی کام کیا ہو تو بیان کرو۔

(۵)

صاف گوئی

سلطان بایزید تُرکوں کا ایک بہت مشہور بادشاہ گذرا ہے۔ وہ بہت دلیر اور انصاف پسند تھا۔ صوم و صلوٰۃ کا بھی پابند تھا۔ مگر نماز با جماعت نہیں پڑھتا تھا۔ اسی کے دَور کا ایک واقعہ ہے۔

ایک بار جج کی عدالت میں ایک مقدمہ پیش ہوا۔ اس میں ایک فریق کی طرف سے سلطان خود گواہ تھا۔ عدالت کے جج مولانا شمس الدّین تھے۔ یہ روم کے رہنے والے، اور شریعت کے بہت پابند تھے۔

سُلطان گواہی کے لئے حاضر ہوا۔ مولانا نے اس کی شہادت منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ سُلطان خود بھی منصف تھا، اور جج کی انصاف پسندی سے بھی واقف تھا۔ اسلئے ان کے اس رویّے پر خفا تو نہ ہوا، البتّہ انکار کا سبب دریافت کیا۔

مولانا بولے :-

"شریعت کی رو سے ان لوگوں کی گواہی معتبر نہیں جو باجماعت نماز ادا نہیں کرتے۔ اب آپ خود سمجھ سکتے ہیں، کہ آپ کی شہادت کیوں رد کر دی گئی"

سلطان پر اس بات کا بڑا اثر ہوا۔ اس کے بعد وہ نہایت مستعدی سے جماعت کی پابندی کرنے لگا۔

۱۔ سلطان بایزید کون تھا ؟

۲۔ اسلامی عدالت نے اس کی گواہی کیوں نہ مانی ؟

۳۔ جج اور سلطان میں کیا بات چیت ہوئی ؟

۴۔ سلطان نے جج کی بات سے کیا اثر لیا ؟

۵۔ جج کی کون سی خوبی تمہیں سب سے زیادہ پسند ہے ؟

(۶)

سادہ زندگی

سُلطان ناصر الدّین ہندوستان کا ایک ہی نیک اور سادہ مزاج بادشاہ گذرا ہے۔ کہنے کو تو وہ بادشاہ تھا، مگر عام بادشاہوں سے اس کا رہن سہن بالکل جُدا تھا، اپنے ذاتی خرچ کے لئے سرکاری خزانے سے ایک پیسہ بھی نہ لیتا۔ چھ ماہ میں ایک قرآن پاک اپنے ہاتھ سے لکھ لیتا۔ اس طرح سال میں دو کلام پاک تیّار ہو جاتے، انھیں کے ہدیہ سے سال بھر تک اپنی گذر اوقات کرتا۔ کبھی کبھی ٹوپیاں بنا کر بھی کچھ رقم حاصل کر لیا کرتا۔ اتنی قلیل آمدنی میں ظاہر ہے کتنی سادہ زندگی گذرتی ہو گی ——!

سُلطان کی ایک ہی ملکہ تھی۔ وہ بھی بہت نیک اور سادہ مزاج تھی۔ سلطان خود محنت سے کماتا۔ ملکہ اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتی، اور اس طرح میاں بیوی قناعت کی زندگی گذارتے ایک دن ملکہ کھانا پکا رہی تھی۔ اتفاق سے توے سے

روٹی اتارنے میں ہاتھ جل گیا۔ بہت تکلیف ہوئی۔ چنانچہ سُلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر نہایت دبی زبان سے عرض کیا۔

" اگر آپ میری مدد کے لئے ایک ملازمہ رکھ دیتے تو بڑی عنایت ہوتی "

سلطان نے کہا۔

" بیوی! تم تو جانتی ہو کہ ہماری آمدنی بہت قلیل ہے اس میں ملازمہ رکھنے کی گنجائش کہاں ہے؟ سرکاری خزانہ رعایا کی امانت ہے۔ اسی کی فلاح و بہبود پر خرچ ہونا چاہیئے۔ اس میں سے تو ہمیں اپنے اوپر خرچ کرنے کا کوئی حق نہیں، ملازمہ کہاں سے رکھ دوں؟ "

ملکہ یہ جواب سُن کر خاموش ہو گئی۔ اور پھر ملازمہ رکھنے کے لئے نہ کہا۔

۱۔ سلطان نے ملکہ کی فرمائش کیوں رد کر دی؟

۲۔ اسلامی حکومت میں سرکاری خزانہ کس کا ہوتا ہے؟

(۷)

جانوروں پر رحم

بہت دنوں کی بات ہے. شہر غزنی میں ایک شخص رہتا تھا۔ اس کا نام تھا سبکتگین۔ وہ تھا تو اپنے قبیلے کا سردار مگر تھا بہت غریب۔ ایک گھوڑے کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ وہ اپنا زیادہ وقت سیر و شکار میں گذارتا تھا۔

ایک دن وہ شکار کو جا رہا تھا۔ راہ میں اسے ایک ہرنی اور اس کا بچّہ چرتے ہوئے ملے۔ سبکتگین نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ان کے پیچھے تیزی سے دوڑایا۔ دونوں جان بچا کر بھاگے۔ مگر بچّہ تو آخر بچّہ ہی تھا۔ کتنا تیز بھاگ سکتا تھا؟ بالآخر سبکتگین نے اُسے پکڑ لیا۔ اور لے کر گھر کو روانہ ہوا۔

ہرنی بے چاری محبّت کی ماری اپنے بچّے کے لئے اس کے پیچھے ہو لی۔ سبکتگین کی نگاہ ہرنی پر پڑی۔ اس کے افسردہ چہرے اور للچائی ہوئی نگاہ کو دیکھ کر سبکتگین کو رحم آ گیا۔ اور

اس نے بچّے کو چھوڑ دیا۔ آزاد ہوتے ہی بچّہ چھلانگیں مارتا اپنی ماں کے پاس پہنچا اور دونوں نے خوشی خوشی جنگل کی راہ لی۔

رات کو سبکتگین نے آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا۔

"سبکتگین! تم نے ہرنی بے چاری پر رحم کیا۔ تمہارا یہ کام اللہ کو بہت پسند آیا۔ تمہارا نام بادشاہوں کی فہرست میں درج کر لیا گیا ہے۔ اب تم جلد ہی بادشاہ ہو جاؤ گے۔ لیکن دیکھو سلطنت ملنے پر مغرور مت ہو جانا۔ اپنی رعایا کے ساتھ اسی طرح مہربانی کا سلوک کرنا"

اس کے بعد سبکتگین بادشاہ ہو گیا۔ اس واقعہ کو اس نے ساری زندگی یاد رکھا اور اپنی رعایا کے ساتھ ہمیشہ شفقت و محبّت کا برتاؤ کیا۔

۱۔ سبکتگین نے ہرنی کے بچّے کو کیوں چھوڑ دیا؟
۲۔ سبکتگین کو بادشاہ کیوں بنایا گیا؟
۳۔ مسلمان حاکم کو اپنی رعایا کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے؟
۴۔ اگر تم نے جانوروں کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کیا ہو تو بیان کرو۔

(۸)

وعدہ پورا کرنا

ایک بار کا ذکر ہے۔ پیارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم ابھی نوجوان ہی تھے۔ اس وقت تک آپؐ نبی نہیں ہوئے تھے۔ اُن دنوں آپؐ تجارت کرتے تھے۔ آپؐ کی تجارت کے ایک ساتھی عبداللہ تھے۔ اُن کے ساتھ آپؐ اکثر کاروبار کیا کرتے تھے۔

ایک دن اُن سے کسی مال کی خرید و فروخت کا کچھ معاملہ کیا۔ بات کچھ طے ہو چکی تھی کچھ رہ گئی تھی کہ عبداللہ کو کسی کام سے جانا پڑا۔ چلتے وقت وہ کہہ گئے کہ آپ یہیں ٹھہریں میں واپس آ کر بات پوری کروں گا۔

جانے کے بعد عبداللہ بھول گئے۔ تین دن تک انھیں اپنا وعدہ یاد نہ آیا۔ تیسرے دن جب یاد آیا تو وہ دوڑے ہوئے اسی مقام پر آئے جہاں دونوں میں تین دن پہلے بات چیت ہوئی تھی۔ آ کر دیکھا تو آپؐ اسی جگہ بیٹھے اُن کا انتظار کر رہے تھے۔

خود عبداللہ تو اپنی اس حرکت پر بہت نادم ہوئے۔ مگر آپؐ کی پیشانی پر بل بھی نہیں آیا۔ بہت ہی نرمی سے اتنا فرمایا۔ "عبداللہ! تم نے مجھے بڑی زحمت دی۔ تین دن سے یہیں بیٹھا تمہارا انتظار کر رہا ہوں"

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوجوانی میں کیا کرتے تھے؟

۲۔ تین دن تک آپؐ ایک مقام پر کیوں ٹھہرے رہے؟

۳۔ تم اپنے وعدوں کا کتنا لحاظ رکھتے ہو؟

۴۔ اس کہانی سے تم نے کیا سبق حاصل کیا؟

(۹)

استاد کا ادب

ہارون رشید مسلمانوں کا ایک بہت بڑا بادشاہ گذرا ہے۔ اس کے بیٹے کا نام مامون تھا۔ مامون کی پرورش بڑے لاڈ پیار سے ہوئی تھی۔ ایک تو شہزادہ، دوسرے حد سے زیادہ لاڈ پیار۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مامون بہت شریر ہو گیا۔۔۔ شاہی محل کے تمام نوکر چاکر اُس کی شرارت سے عاجز تھے۔ بڑے بڑوں کو پیٹ دیتا۔ سب خاموشی سے اس کی مار پیٹ برداشت کر لیتے۔ جس سے وہ اور زیادہ بگڑ گیا۔ کسی کی پروا نہیں کرتا تھا۔ ڈر تو اُسے چھو نہیں گیا تھا۔ جب دیکھو توڑ پھوڑ میں مصروف۔

مامون جب ذرا بڑا ہوا تو اس کی تعلیم کے لئے ایک اُستاد رکھ دیئے گئے۔ استاد پڑھانے کے لئے شاہی محل گئے۔ مامون کو آواز دی، مگر وہ کھیل میں مصروف تھا، استاد کی آواز پر باہر نہ نکلا، ملازموں سے بُلوایا مگر مامون نے پروا نہ کی۔ ملازموں

نے آکر شکایت کی کہ وہ کسی کی نہیں سنتا ہم لوگوں کو مار پیٹ دیا کرتا ہے۔ کیا کریں خاموشی سے برداشت کر لیتے ہیں۔

اُستاد مامون کی بد دماغی سمجھ گئے۔ کسی طرح اُس کو باہر بُلایا۔ جب وہ آگیا تو اسے سات بید گن کر رسید کئے۔ مامون بلبلا اُٹھا۔ آج تک اس نے کسی کی مار برداشت نہیں کی تھی۔ مگر اُستاد کے ادب سے اُف بھی نہیں کی۔ آنسو بہا کر چُپ ہو گیا۔

اتنے میں اُدھر سے وزیر آنکلا، مامون ادب سے چپکا بیٹھا پڑھتا رہا۔ جب وزیر چلا گیا تو اُستاد نے کہا:

"مامون! تم نے وزیر سے مار کی شکایت نہیں کی؟"

مامون نے کہا: "اچھے استاد! آپ نے مجھے میری بھلائی کیلئے مارا تھا۔ میں کسی سے شکایت کیوں کرتا۔ وزیر تو بھلا وزیر ہیں۔ خود میرے والد بزرگوار جو بادشاہ ہیں۔ اگر وہ تشریف لاتے، یا مجھ سے پوچھتے تو بھی میں شکایت نہ کرتا۔"

۱۔ مامون نے اُستاد کی مار کیوں سہ لی؟

۲۔ تمہارے ساتھ اگر اس قسم کا برتاؤ کیا جائے تو تم کیا کرو گے؟

(۱۰)

یتیموں کا خیال

تم نے حاتم طائی کا نام تو سُنا ہوگا۔ سخاوت میں ان کا نام بہت مشہور ہے۔ انھیں کے قبیلے میں ایک بہت بڑے اللہ والے بزرگ گذرے ہیں ان کا نام تھا داؤد طائی۔

بہت دنوں سے داؤد طائی کو گوشت نصیب نہیں ہوا تھا۔ ایک دن گوشت کھانے کو ان کا جی چاہا۔ آپ نے گوشت منگایا۔ ماما نے بڑے مزے کا چٹ پٹا سالن پکایا۔ جب کھانا سامنے آیا تو داؤد طائی نے محلّے کے کچھ یتیم بچّوں کا نام لے کر پوچھا:۔

"ان یتیموں کا کیا حال ہے؟"

ماما بولی۔ "ابھی تک تو یہ بے چارے غریبی اور مفلسی کے دُکھ اٹھا رہے ہیں۔ دیکھیے کب ان کے دن پھرتے ہیں"

"تب تو انھیں گوشت نصیب نہ ہوتا ہوگا" داؤد نے کہا۔

"اچھا لے جاؤ یہ گوشت اِن غریب بچّوں کو کھلا دو۔"

"میاں آپ نے بھی تو بہت دِنوں سے گوشت نہیں کھایا ہے" ماما نے عرض کیا۔ "آج آپ ہی کھالیں، کسی اور دن ان بچّوں کو کھلا دیا جائے گا۔"

"نہیں! میں نہیں کھاؤں گا" بزرگ نے جواب دیا۔ "تم لے جا کر انھیں کو کھلا دو۔ ان کا کھایا ہوا اللہ کے پاس پہنچے گا۔ اور میرا کھایا ہوا تو مٹّی ہو جائے گا۔"

یہ کہہ کر آپ نے پکّا پکایا گوشت یتیموں کو بھجوا دیا۔ اور جی چاہنے کے باوجود، خود نہ کھایا۔

۱۔ حاتم طائی کون تھے؟

۲۔ داؤد طائی کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟

۳۔ کیا تمہارے محلّے میں کچھ یتیم ہیں؟ تم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو؟

(۱۱)

مسکینوں کو کھانا کھلانا

حضرت عمرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ مسکینوں کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ بغیر کسی مسکین کو شریک کئے ہوئے کھانا نہیں کھاتے تھے۔

ایک بار اُن کا جی چاہا کہ مچھلی کھائیں۔ مچھلی منگائی گئی اور ان کی بیوی صفیہؓ نے بڑی لذیذ مچھلی تیار کی۔ دسترخوان پر کھانا چن دیا گیا اتنے میں باہر سے ایک مسکین کی صدا آئی۔ آپ نے بیوی سے فرمایا۔ "کھانا مسکین کو دے دو۔"

ایک بار لوگوں نے ان کی بیوی کو ملامت کی کہ تم اچھی طرح ان کی خدمت نہیں کرتیں۔ بولیں: "کیا کروں۔ ان کے لئے محنت سے کھانا تیار کرتی ہوں مگر وہ کسی مسکین کو کھلا دیتے ہیں۔"

ان کو پیٹ بھر کھانا کھلانے کے لئے بیوی نے یہ ترکیب

کی کہ ان فقراء و مساکین سے جو آپ کے راستے میں بیٹھا کرتے تھے۔ کہلا بھیجا کہ اب ان کے راستے میں نہ بیٹھا کرو۔ اگر وہ تم کو گھر سے بھی بلوائیں تو مت آیا کرو۔

ایک بار وہ مسجد سے نماز پڑھ کر باہر نکلے تو راستے میں کوئی مسکین نظر نہ آیا۔ انھیں ان کے گھروں سے بلوا بھیجا مگر وہ لوگ نہ آئے۔

بغیر مسکین کو شریک کئے ہوئے وہ کھاتے کب تھے۔ چناں چہ اس رات انھوں نے بھی کھانا نہ کھایا اور بھوکے ہی سو رہے۔

۱۔ حضرت عبد اللہ رضؓ کون تھے؟

۲۔ ان کی بیوی کھانا کیوں اچھا پکاتی تھیں؟

۳۔ ان کی بیوی نے غریبوں کو کیوں منع کر دیا؟

۴۔ حضرت عبد اللہ رضؓ نے کھانا کیوں نہیں کھایا؟

۵۔ تم نے اس کہانی سے کیا سبق حاصل کیا؟

(۱۲)

مانگنے سے پرہیز

پیارے نبیؐ اللہ کے محبوب بندے تھے۔ انسانوں کو سیدھی راہ بتانے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ حضورؐ نے انسانوں کی بھلائی کے لئے بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔ بلا اجرت اتنا بڑا احسان کیا۔ پھر بھی نادانوں نے آپؐ کی محنت سے فائدہ اٹھانے کے بجائے آپؐ کے راستے میں روڑے اٹکائے۔ طرح طرح سے پریشان کیا۔ جان کے درپے ہوئے۔ وطن سے نکال دیا۔ اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ہجرت کے بعد بھی تنگ کرتے رہے۔

ایک مرتبہ ان نادانوں نے بہت بڑی فوج تیار کر کے مدینے پر دھاوا بول دیا۔ پیارے نبیؐ اور آپ کے اچھے ساتھیوں نے بچاؤ کے لئے قربانیاں دیں۔ چھوٹے چھوٹے لڑکے بھی اللہ کے دین پر مر مٹنے کے لئے تیار تھے۔ کچھ کو حضورؐ نے جہاد میں شرکت کی اجازت دی۔ مگر کچھ کو کم سنی کے باعث روک دیا۔

اُن میں ایک ابو سعیدؓ تھے۔ اُن کے والد محترم نے بھی سفارش کی اور کہا:۔

"حضورؐ اس کے قویٰ مضبوط اور ہڈیاں موٹی ہیں۔ آپ عمر پر نہ جائیں۔ انسے فوج میں بھرتی کر لیں"

مگر حضورؐ نے انکار کر دیا۔ اس بچّے کو بہت افسوس ہوا۔ بہرحال جنگ ہوئی۔ اللہ کی مدد سے مسلمان جیت تو گئے۔ مگر بڑے بڑے صحابہؓ شہید ہو گئے۔ جان کا کافی نقصان ہوا۔ ابو سعیدؓ کے والد بزرگوار بھی اسی جنگ میں شہید ہو گئے۔

صحابہؓ کے پاس دولت یوں بھی نہ تھی اور جو کچھ تھا سب اللہ کی راہ میں لگا چکے تھے۔ ابو سعیدؓ کے گھر بھی کچھ نہ تھا۔

ایک تو کم سن، گھر میں کھانے کو نہیں۔ باہر کوئی کمانے والا نہیں۔ بڑی پریشانی میں پڑ گئے۔ اللہ اور رسول کے سوا ان کا اور کون سہارا تھا۔

چناں چہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چاہتے تھے کہ گھر کا حال بتا کر حضورؐ سے کچھ امداد طلب کریں۔ ان کی صورت دیکھتے ہی حضورؐ نے فرمایا۔

"جو صبر چاہتا ہے اللہ اُسے صبر عطا کرتا ہے جو پاک بازی طلب کرتا ہے اللہ اسے پاک باز بنا دیتا ہے اور جو غنا چاہتا ہے اُسے غِنا عَطا فرماتا ہے۔"

حضورؐ کی زبان سے یہ جُملہ سننا تھا کہ ابوسعیدؓ کا اِرادَہ بدل گیا۔ انھوں نے حضورؐ سے کچھ نہ مانگا۔ اور چپکے سے واپس آ گئے۔

اللہ اُن سے بہت خوش ہوا۔ انھیں کم سنی ہی میں اتنا زبردست علم دیا کہ ان کے پایہ کے بہت کم عالِم ہوئے ہیں۔

۱۔ ابوسعیدؓ جہاد میں کیوں نہیں لئے گئے؟

۲۔ باپ نے بیٹے کی سفارش کیوں کی؟

۳۔ ابوسعیدؓ حضورؐ کے پاس کیوں گئے تھے؟

۴۔ حضورؐ کی باتوں سے انھوں نے کیا اثر لیا؟

۵۔ اللہ نے انھیں کیا اجر دیا؟

انصاف

بہت دنوں کی بات ہے۔ ایک مسلمان بادشاہ دہلی میں حکومت کرتا تھا۔ اس کا نام تھا محمد تغلق۔ وہ بہت دور اندیش اور انصاف پسند بادشاہ تھا۔ ایک بار وہ کہیں گشت لگا رہا تھا۔ راستے میں اسے دو بچّے لڑتے ہوئے دکھائی دیئے ایک بچّہ امیر کا تھا، ایک غریب کا۔ امیر بچّہ ڈانٹ رہا تھا۔ اور غریب کھڑا رو رہا تھا۔

بادشاہ نے سمجھا کہ امیر بچّے نے غریب کو مارا ہوگا، اسلئے تنبیہ کے طور پر اُسے کچھ جھڑیاں رسید کر دیں۔ حالانکہ قصور غریب بچّے کا تھا۔ امیر بچّے نے مارا نہیں تھا۔ غریب بچہ صرف اس ڈر سے رونے لگا تھا کہ کہیں اپنے قصور کے سبب پٹ نہ جائے محمد تغلق کے راج میں رعایا کو بادشاہ تک کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کی اجازت تھی۔ چناں چہ امیر لڑکے نے بادشاہ کے خلاف جج کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ بادشاہ پر جرم

ثابت ہو گیا۔ جج نے فیصلہ سُنا دیا کہ بادشاہ پر جرم ثابت ہے۔ اُسے سزا بھگتنے کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔

بادشاہ سزا بھگتنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اور لڑکے کو دربارِ عام میں بُلا کر وہی چھڑی دی اور کہا کہ تم مجھ سے اپنا بدلہ لے لو۔

لڑکا پہلے تو جھجکا، مگر جب بادشاہ نے اُسے قسم دلائی تو وہ تیار ہو گیا۔ دربارِ عام میں سب کے سامنے لڑکے نے بادشاہ کے اکیس چھڑیاں لگائیں۔ ایک بار تو ہاتھ ایسا پڑا کہ بادشاہ کی کُلاہ نیچے گر گئی۔ مگر اس نے بہت ہی خندہ پیشانی سے یہ سزا برداشت کر لی۔

سارے درباری اُس کے انصاف کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

۱۔ محمد تغلق کون تھا؟

۲۔ بچّے نے اس کے خلاف مقدّمہ کیوں دائر کر دیا؟

۳۔ بادشاہ نے سزا کیوں برداشت کی؟

۴۔ انصاف کیا ہے؟ اس کے لئے بادشاہ نے کیا قیمت ادا کی؟

(۱۴)

زیادتی پر صبر

حضرت سعیدؓ ایک صحابی تھے۔ ایک بار ایک عورت نے آپ پر ایک گھر کے بارے میں دعویٰ کیا۔ گھر دراصل آپ ہی کا تھا۔ عورت کا دعویٰ جھوٹا تھا۔ آپ نے روک ٹوک نہیں کی اور گھر اس عورت کو لے لینے دیا۔ البتّہ اتنا کہا۔

"اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کو اندھا کر دے اور اسی گھر میں اس کی قبر بنا۔"

اللہ نے آپ کی بد دعا سُن لی۔ اِس عورت نے زبردستی تو مکان پر قبضہ کیا ہی تھا۔ کچھ دنوں کے بعد اندھی ہو گئی۔ دیوار پکڑ پکڑ کر چلتی اور کہتی مجھ پر سعیدؓ کی بد دُعا پڑ گئی۔

ایک دن وہ اٹھی۔ آنکھوں سے سُجھائی دیتا نہیں تھا۔ ٹٹول ٹٹول کر چلتی تھی۔ اتفاق سے اس گھر میں ایک کنواں تھا۔ وہ اسی کنوئیں میں گر پڑی۔ آخر وہی کنواں اس کی قبر بن گیا۔

۱۔ صبر کا انجام کیسا ہوتا ہے؟

(۱۵)

دیانت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک بہت مشہور خلیفہ گذرے ہیں۔ آپ سرکاری خزانے کو رعایا کی امانت سمجھتے تھے اور اُس کی بڑی حفاظت کرتے تھے۔ ایک دن سرکاری خزانے میں بہت سے سیب آئے۔ آپ دستور کے مطابق ان کو مسلمانوں میں تقسیم کر رہے تھے اتنے میں آپ کا چھوٹا بچّہ اُدھر آنکلا وہ ابھی نادان تھا اسے کیا پتہ کہ یہ سیب کس کے ہیں۔ اپنے ابا میاں کو بانٹتے دیکھا، سمجھا ہمارے ہوں گے۔ ایک سیب اٹھاکر کھانے چلا۔

سیب تو سرکاری تھے۔ اور سرکاری چیز پر سارے مسلمانوں کا حق ہوتا ہے۔ خلیفہ بھلا اپنے بچے کو کب لینے دیتے یہ تو مسلمانوں کے مال میں خیانت ہوتی۔ اس لئے آپ نے بچے سے سیب لے لیا۔ بچّہ رونے لگا۔ آپ نے بہلایا مگر بچّہ روتا ہوا اندر چلا گیا اور اپنی امّی سے شکایت کردی۔ ماں نے بیٹے

کے آنسو پونچھے اور بازار سے سیب منگا کر بہلا دیا۔ خلیفہ جب اندر آئے تو انھیں سیب کی خوشبو معلوم ہوئی، بیوی سے پوچھا کہ گھر میں کوئی سرکاری سیب تو نہیں آیا ہے۔

بیوی نے کہا۔" سرکاری سیب تو نہیں" ہاں میں نے بازار سے سیب منگا کر بچّے کو کھلایا ہے۔ آپ نے اس سے سیب لے لیا تھا۔ وہ روتا ہوا میرے پاس آیا۔ کسی طرح بہل نہیں رہا تھا میں نے بازار سے منگا کر بہلا دیا"

آپ نے کہا" کیا کرتا بیوی! سیب سرکاری خزانے کے تھے۔ میں نے بچّے سے سیب اس وجہ سے چھین لیا تھا کہ ایک سیب کے لئے کہیں اللہ میاں کے یہاں بے ایمان نہ ٹھہروں"

خلیفہ کی اس بات پر آپ کی بیوی خاموش ہو گئیں۔

۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کون تھے؟

۲۔ وہ سیب کیوں بانٹ رہے تھے؟

۳۔ انھوں نے اپنے بچّے کے ہاتھ سے سیب کیوں لے لیا؟

۴۔ امانت کسے کہتے ہیں؟